Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 03, **Issue** 01, January-June 2024, **PP**: 66-78
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

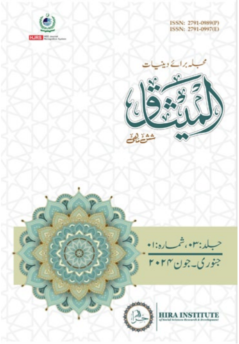

عصر حاضر میں مشاورتی اجتہاد کی ضرورت واہمیت: ایک تحقیقی جائزہ

The Need and Importance of Advisory Ijtihād in the Present Era: A Research Review

1. Mudassir Iqbal iqbalmudassir428@gmail.com	*Ph.D Scholar, Institute of Islamic Studies and Shariah, Muslim Youth University, Islamabad.*
2. Abida Iqbal abidasaif2012@gmail.com	*Ph.D Scholar, National University of Modern Languages, Islamabad.*
3. Nabeela Shams nabeelashams0@gmail.com	*M.Phil Scholar, Qurtuba University of Science and Information Technology, Peshawar.*

How to Cite:	Mudassir Iqbal, Abida Iqbal and Nabeela Shams. 2024: "The Need and Importance of Advisory Ijtihād in the Present Era: A Research Review". *Al-Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 3 (01):66-78.		
Article History:	**Received**: 26-02-2024	**Accepted**: 25-03-2024	**Published**: 23-04-2024
---	---
Copyright:	**©The Authors**
Licensing:	CC BY — This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License
---	---
Conflict of Interest:	Author(s) declared no conflict of interest

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

عصر حاضر میں مشاورتی اجتہاد کی ضرورت واہمیت: ایک تحقیقی جائزہ

The Need and Importance of Advisory Ijtihād in the Present Era: A Research Review

1. **Mudassir Iqbal**
   Ph.D Scholar, Institute of Islamic Studies and Shariah, Muslim Youth University, Islamabad.
   iqbalmudassir428@gmail.com

2. **Abida Iqbal**
   Ph.D Scholar, National University of Modern Languages, Islamabad.
   abidasaif2012@gmail.com

3. **Nabeela Shams**
   Ph.D Scholar, Qurtuba University of Science and Information Technology, Peshawar.
   nabeelashams0@gmail.com

Abstract:

This research paper explores the significance and necessity of Advisory *Ijtihād* in the contemporary era. *Ijtihād*, an Islamic legal term, refers to independent reasoning and interpretation of Islamic law. Advisory *Ijtihād* specifically involves seeking expert opinions from knowledgeable scholars to address complex issues. The paper conducts a comprehensive review of existing literature to highlight the importance of Advisory *Ijtihād* in today's world. The study argues that Advisory *Ijtihād* is crucial in addressing contemporary challenges, such as, the need for dynamic and context-specific interpretations of Islamic law, the complexity of modern issues, like bioethics, finance, and technology and the diversity of Muslim communities and the importance of inclusive decision-making. The paper also examines the benefits of Advisory *Ijtihād*, including, promoting intellectual discourse and critical thinking, encouraging collaborative and consultative approaches to problem-solving and facilitating the adaptation of Islamic law to changing circumstances. Furthermore, the study discusses the obstacles and challenges facing Advisory *Ijtihad*, such as the importance of balancing traditional knowledge with modern expertise, etc. The research concludes by emphasizing the urgent need for Advisory *Ijtihād* in the present era, particularly in addressing issues related to social justice, human rights, and global peace. It recommends the establishment of institutions and platforms that facilitate Advisory *Ijtihād*, promote scholarly collaboration, and foster a culture of intellectual inquiry and critical thinking.

Keywords: *Advisory Ijtihād, Interpretation, Islamic Law, Intellectual Discourse, Collaborative Decision-Making.*

تمہید

اسلام وہ واحد دین ہے جس کی رہنمائی کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام کی نبوت سے ہوا تھا۔ جوں جوں انسانی تہذیب و تمدن پھیلتا گیا اس کی معاشرتی، معاشی اور سیاسی زندگی کا دائرہ وسیع تر ہوتا گیا تو اس کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے رہنمائی کا سلسلہ بھی آگے بڑھتا رہا۔ ہر دور میں یہ کام انبیاء علیہم السلام کے ذریعے انجام پاتا رہا یہاں تک کہ یہ سلسلہ نبی آخر الزماں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ رسالت

میں پہنچ گیا۔ بلاشبہ جس طرح آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اسی طرح دین اسلام خاتم الادیان ہے۔ اس کے بعد کوئی دین اور شریعت نہیں آئے گی۔ لہذا یہ ممکن نہیں کہ تکمیلِ دین ورسالت کے بعد آخری کتاب قرآن پاک اور جس رسول ﷺ پر وہ کتاب نازل ہوئی ان کی زندگی اور تعلیمات محفوظ نہ رہیں۔ اسی بنا پر امتِ مسلمہ کے اہلِ علم ہر دور میں پیش آمدہ مسائل کے حل میں انہی دو مصادر کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ قرآن و حدیث میں موجود تمام احکام ابدی ہیں۔ اسلام نے عقائد، عبادات واخلاق کی طرح سیاست، معاشرت اور معاشیات کے ضمن میں حلال وحرام یا جائز وناجائز کی جو حدود طے کر دی ہیں ان سے تجاوز نہ کیا جائے اور اگر حالات ان کا ساتھ نہ دیں تو احکام شریعہ کو کھینچ تان کر حالات کے موافق بنانے کے بجائے موجودہ حالات وماحول کی اصلاح کر کے انہیں شریعت کے لئے سازگار بنایا جائے کیونکہ اگر شرعی نصوص میں ہی تغیر و تبدل کر دیا جائے تو اسلامی شریعت کے کامل اور دائمی ہونے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ البتہ جہاں بالکل ہی نئی صورت حال یا جدید مسئلہ درپیش ہو تو ملتِ اسلامیہ کے ہاں متفقہ تصور مشاورتی اجتہاد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے استنباط سے اس مسئلے کا حل تلاش کیا جائے۔ اس کا مطلب ہرگز شرعی احکام میں تبدیلی نہیں بلکہ قرآن وحدیث میں دی گئی سہولت سے استفادہ کرتے ہوئے دیگر فقہاء وائمہ کی آراء سے باہمی مشاورت کے ذریعے پیش آمدہ مشکل کا حل تلاش کرنا ہے جیسا کہ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اللہ کے نبی ﷺ مشورہ سے مستغنی تھے لیکن آپ ﷺ صحابہ کرام سے مشورہ اس لئے کرتے تھے کہ آپ ﷺ اس کو اپنے بعد والے لوگوں میں شرعی احکام کو معلوم کرنے کے لئے ایک سنت کے طور پر جاری کرنا چاہتے تھے۔[1]

موجودہ دور میں ملک وملت کے اندر یکجہتی اور اتحاد پیدا کرنے کے لئے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اجتماعی امور میں اجتہاد کا کام کسی ایسے بااختیار ادارے کو سونپ دیا جائے جس کے اراکین میں صرف وہ لوگ ہوں جو مختلف شعبہ ہائے زندگی میں تخصص اور مناسب تجربے کے حامل وماہر ہوں تاکہ جدید مسائل میں سب مل کر مشاورتی اجتہاد کے ذریعے مناسب نتائج تک پہنچ سکیں۔

اجتہاد۔۔۔ مفہوم وتعارف

اجتہاد عربی لفظ "جھد" سے نکلا ہے۔ ماہرینِ لغت نے مختلف جہات سے اس کے متعدد معنی بیان کئے ہیں۔ علامہ ابن سیدہ رحمہ اللہ کے مطابق یہ لفظ جیم کے پیش یا زبر کے ساتھ طاقت کے معنی میں ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جُہد کا مطلب طاقت اور جَہد کا مطلب مشقت ہے۔[2] یعنی دونوں کے معنی میں انتہائی کوشش، طاقت اور سعی کا مفہوم موجود ہے۔ قرآن کریم کی اکتالیس آیات میں "جھد" کا لفظ مستعمل ہے اور ہر جگہ اس کے معنی پوری طاقت خرچ کرنے اور ممکن حد تک کوشش کرنے کے ہیں۔ احادیثِ مبارکہ سے بھی اس مفہوم کو متعین کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ آپ ﷺ نے ایک شخص کو اونٹ کے ساتھ پیدل چلتے تھکاوٹ سے چور دیکھا تو اسے اونٹ پر سوار ہونے کو فرمایا۔ اس نے جواب دیا کہ یہ ہدی کا اونٹ ہے۔ آپ ﷺ نے اسے اونٹ پر سوار ہونے اور ہدی کے جانور کو بوقت ضرورت استعمال کرنے کا ارشاد فرمایا۔[3] امام الغزالی فرماتے ہیں:

لایستعمل الا فیما فیه کلفة "جهد" فیقال!اجتهد فی حمل حجر الرحاء و لایقال اجتهد فی حمل الخردلة۔[4]

اجتہاد اس کام کے لئے بولا جاتا ہے جس میں مشقت اور کلفت ہو۔ عرب چکی کا پاٹ اٹھانے کے لئے "اجتھد" استعمال کرتے تھے لیکن ایک دانے کو اٹھانے کے لئے استعمال نہیں کرتے تھے۔

ابو بکر حصاص اجتہاد کے بارے میں کہتے ہیں کہ اجتہاد کا ایک لغوی معنی ظن غالب کے لئے کی جانے والی کوشش اور دوسرا

معنی اصول کی روشنی میں کسی بھی طرح کا استدلال کرنا ہے۔[5] اصطلاحی مفہوم کے حوالے سے المعجم الوسیط میں درج ہے کہ:

الاجتهادفی الاصطلاح الفقهی:استفراغ الفقیه الوسع لیحصل له ظن بحکم شرعی۔[6]

فقہی اصطلاح میں اجتہاد کسی حکم شرعی کے غالب گمان کو پانے میں انتہائی درجہ کی کوشش کا نام ہے۔

امام ابو اسحاق شاطبی کے مطابق احکام شریعہ کی معرفت و دریافت یا جزئیات پر ان کو منطبق کرنے کے لئے خالی الذہن ہو کر انتہائی طاقت صرف کرنا اجتہاد ہے۔[7] شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رقمطراز ہیں:

استفراغ الجهد فی ادراک الاحکام الشریعة الفرعیة عن ادلتها التفصیلیة الراجعة کلیاتها فی اربعة اقسام الکتاب والسنة والاجماع والقیاس۔[8]

احکام شریعہ معلوم کرنے کے لئے پوری محنت اور جدوجہد صرف کرنا۔ یہ معلومات تفصیلی دلائل سے ماخوذ ہوتی ہیں جن کا مرجع کتاب و سنت اجماع اور قیاس ہیں۔

عبدالرحمن مدنی کے نزدیک اجتہاد مسائلِ حیات کو شریعت کے مطابق حل کرنے اور احکام الٰہی کی حدود میں لانے کا نام ہے۔[9]

مشاورتی اجتہاد کی ضرورت واہمیت

مشاورتی اجتہاد کی عموماً اس وقت ضرورت پیش آتی ہے کہ جب معاملہ میں کئی پہلو مد نظر ہوں اور ان پہلوؤں میں احتمال پایا جائے کہ فائدہ اور نقصان دونوں کا خدشہ ہے۔ مشاورتی اجتہاد کی نوعیت انفرادی، اجتماعی، تشریعی اور انتظامی بھی ہو سکتی ہے۔ الغرض کسی بھی معاملہ میں مشاورتی اجتہاد کا مقصد کسی معاملہ کے تمام پہلو سامنے لاتے ہوئے معلوم کیا جائے کہ کتاب و سنت اور اقرب الی الحق سے مطابقت کون سے پہلو رکھتے ہیں؟ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

الامرینزل بنالم ینزل فیه قرآن ولم تمض فیه منک سنةفقال:اجمعواله العالمین من المؤمنین او قال العابدین فاجعلوه شوری بینکم ولا تقضوا فیه برای واحد۔[10]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا! اگر ہمیں کوئی ایسا مسئلہ در پیش ہو جس پر قرآن میں کوئی حکم موجود نہ ہو اور نہ ہی آپ ﷺ کی کوئی سنت معلوم ہو (تو کیا کریں) آپ ﷺ نے فرمایا ایسی حالت میں مومنین سے اہل علم کو جمع کرو، ان کے مابین مشاورت کرو اور کسی ایک شخص کی ذاتی رائے پر فیصلہ نہ کرو۔

ڈاکٹر عبد المجید السوسوۃ الشرفی رقمطراز ہیں:

فقہاء کی اکثریت کا کسی حکم شرعی کی بذریعہ استنباط تلاش میں اپنی صلاحیتوں کو کھپا دینا اور پھر ان سب کا یا ان کی اکثریت کا باہمی مشورے سے کسی شرعی حکم پر اتفاق کر لینا اجتماعی (یا مشاورتی) اجتہاد ہے۔[11]

موصوف کی مذکورہ رائے سے واضح ہوتا ہے کہ مشاورتی اجتہاد فقہاء کی بھرپور کوششوں کا نام ہے نہ کہ کسی فرد واحد کے اجتہاد کا۔ عہدِ نبوی ﷺ میں اجتہاد کا عمل انفرادی اور اجتماعی طور پر ہوتا رہا۔ سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بارہا آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے مشورے کے مطابق حکم صادر فرمایا یعنی امت کے اجتماعی امور میں ہمیشہ باہمی مشورے کو پیشِ نظر رکھا۔ وحی الٰہی کا منشاء بھی یہی ہے کہ مسلمانوں کے معاملات باہم مشورت سے طے ہوں۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ۔[12]

اور وہ باہمی معاملات مشورہ سے طے کرتے ہیں۔

ایک اور مقام پر آپ ﷺ کو مشاورت کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ۔[13]

اور اے نبی! معاملات میں ان سے مشورہ کیجئے۔

اجتماعی اجتہاد کی ضرورت واہمیت کے بارے میں علامہ آمدی کے کلام کا حاصل ہے کہ نبی اکرم ﷺ بہت سے معاملات میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ مشورہ ان امور میں نہیں ہو سکتا جس کے بارے میں وحی سے فیصلہ کیا جائے بلکہ ان چیزوں میں ہوتا ہے جن کے بارے میں فیصلہ اجتہاد سے کیا جائے اور متعدد آراء میں سے صحیح اور مناسب رائے کو اختیار کیا جائے تاکہ اس پر عمل کیا جاسکے۔ ایسا صرف غیر منصوص امور میں ہی ہو سکتا ہے۔[14]

دورِ رسالت ﷺ میں مشاورتی اجتہاد

رسولِ اکرم ﷺ نبوت کے سلسلے کی آخری کڑی ہیں لہٰذا منصب رسالت کے مقام پر فائز ہونے کی بنا پر آخری اور دائمی شریعت کو نافذ کرنے کی ذمہ داری آپ ﷺ پر تھی۔ آپ ان تمام امور میں صحابہ سے مشورہ فرماتے جن کے متعلق وحی الٰہی کا نزول نہ ہوتا۔ دوران مشورہ صحابہ کی طرف سے دی گئی آراء کو آپ ﷺ اہمیت دیتے جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

مارایت احدا اکثر مشورۃ لاصحابہ من رسول اللہ ﷺ۔[15]

میں نے آپ ﷺ سے زیادہ کسی کو اپنے اصحاب سے مشورہ کرنے والا نہیں پایا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث کا مفہوم ہے کہ بدر کے قیدیوں سے متعلق آپ ﷺ نے ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے رائے لی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ یہ ان کے چچازاد اور خاندان کے بیٹے ہیں ان سے فدیہ لے لیا جائے تاکہ ہماری قوت اور ان کی دل جوئی کا باعث بن جائے۔ البتہ عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں قتل کرنے کا مشورہ دیا۔ آپ ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق فیصلہ فرمایا۔ گو کہ بعد ازاں وحی الٰہی نے اس اجتہادی خطا کی تصحیح فرمائی تاہم یہ روایت باہمی مشاورت کی واضح دلیل ہے۔[16] اس موقع پر اللہ عزوجل نے یہ آیات نازل فرمائیں:

مَاكَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔[17]

نبی کو زیبا نہیں کہ اس کے پاس قیدی ہوں پھر بھی ان کا خون نہ بہایا جائے۔ تم دنیا کا ساز و سامان چاہتے ہو جبکہ اللہ تمہاری آخرت بہتر کرنا چاہتا ہے۔ اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

آیت کی تفسیر میں امام نسفی لکھتے ہیں کہ:

فیما ذکر من الاستشارۃ دلالۃ علی جواز الاجتہاد۔[18]

آیت میں مشاورت کے ذکر سے اجتہاد کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

مذکورہ روایت کے مطابق آپ ﷺ نے اپنے اصحاب سے مشورہ کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو ترجیح دی جبکہ اللہ کا فیصلہ عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں آیا۔ احادیث میں اس کے علاوہ بھی بے شمار ایسی مثالیں ملتی ہیں جن میں آپ ﷺ کا اپنے اصحاب کے مشورے کے بعد باقاعدہ حکم صادر فرمانا واضح ہے۔ جیسا کہ اذان کی ابتدا میں دیکھا جاسکتا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب مسلمان مدینہ منورہ

آئے تو اکٹھے ہو کر نماز کے وقت کا اندازہ لگاتے تھے۔ نماز کے لئے کوئی الگ سے پکار نہیں ہوتی تھی۔ ایک دن سب نے اس سلسلے میں مشورہ کیا۔ چنانچہ کچھ لوگوں نے کہا! نصاریٰ کے ناقوس کی طرح کوئی ناقوس بنا لیتے ہیں، بعض نے کہا کہ یہودیوں کے قرن کی طرح کوئی قرن (یعنی کسی جانور کا سینگ) بنا لیتے ہیں۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمانے لگے: کیا تم کسی آدمی کو نہیں بھیج سکتے جو نماز کے لیے پکارا کرے۔ تو اس بات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! بلال اٹھو، نماز کے لیے پکارو۔[19]

مذکورہ روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض تشریعی امور سے متعلق بذریعہ وحی واضح دلیل نا ہونے کی صورت میں اپنے اصحاب سے مشورہ فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد خلفاء اربعہ اور دیگر صحابہ نے بھی موقع کی مناسبت سے باقاعدہ مشاورتی اجتہاد کا اہتمام کیا۔ لہٰذا ذیل میں صحابہ کے ادوار میں ہونے والے مشاورتی اجتہاد کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

دورِ صحابہ میں مشاورتی اجتہاد

کبار صحابہ اور خلفاءِ راشدین کا یہ طرزِ عمل رہا ہے کہ وہ نئے مسائل جن کے بارے میں کوئی واضح نص نہ ملتی اہل علم سے مشاورت کے بعد ہی کوئی فیصلہ کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد سب سے اہم اور مشکل فیصلہ جس کو مشاورتی اجتہاد کے ذریعے حل کیا گیا وہ خلیفہ کا انتخاب تھا۔ اس مجلس سے مشاورتی اجتہاد کی ایک دستوری حیثیت قائم ہوئی کیونکہ خلیفہ کا انتخاب محض ایک سیاسی یا انتظامی معاملہ نہ تھا بلکہ ایک بنیادی فقہی مسئلہ تھا۔

عمر رضی اللہ عنہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ ابو بکر وہ فرد ہیں جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں امت کا امام مقرر فرما دیا تھا۔ یہ واضح دلیل ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بوقت رحلت خوش تھے بلکہ ان کی دینی قیادت پر مکمل اعتماد بھی تھا۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جسے مقرر فرما دیں اسے لوگ ہٹا دیں۔ اس مشاورتی اجتہاد ہی نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی راہ ہموار کی۔[20]

ابو بکر رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل

ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب کوئی مسئلہ پیش کیا جاتا تو سب سے پہلے اسے کتاب اللہ میں دیکھتے۔ اگر حکم مل جاتا تو اس کو نافذ کر دیتے ورنہ سنت کی طرف رجوع فرماتے۔ خود سنت معلوم نہ ہوتی تو لوگوں سے پوچھتے کہ کسی کو اس مسئلے کے بارے میں کوئی سنت یاد ہو۔ اگر مسئلے کا حل سنت میں مل جاتا تو اسی پر عمل درآمد کراتے۔ سنت میں مسئلے کا حل نہ ملتا تو سرکردہ اکابرین سے مشورہ کرتے اور جس رائے پر اتفاق ہوتا اسے نافذ کر دیتے۔[21] علامہ ابن قیم رقمطراز ہیں:

ان ابابکرصدیق کان اذانزل به امریریدفیه مشاورةاهل الرای واهل الفقه دعارجالامن المهاجرین و الانصاردعاعمروعثمان وعلی وعبدالرحمٰن بن عوف ومعاذبن جبل وابی بن کعب و زیدبن ثابت۔[22]

ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جب کسی معاملہ میں مشورہ درکار ہوتا تو قانونی ماہرین کی مجلس کے ارکان کو بلاتے جس میں عمر، عثمان، علی، عبد الرحمٰن بن عوف، معاذ بن جبل، ابی بن کعب اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم جیسے اکابر صحابہ شامل تھے۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو مدینہ میں نفاق پھیل گیا جونہی جیش اسامہ کی روانگی کا مسئلہ سامنے آیا جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ترتیب دیا تھا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مشورہ کیا تو شوریٰ لشکر کی روانگی کے خلاف تھی، مگر آپ نے اپنا فیصلہ ان الفاظ میں فرمایا:

والذی نفس ابی بکربیده لوظننت ان السباع تخطفنی لانفذت بعث اسامةکماامررسول

اللہ ﷺ ولولم یبقی فی القریٰ غیری لانفذتہ۔[23]

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جان ہے، اگر مجھے یہ یقین ہو کہ درندے مجھے اٹھالے جائیں گے تو بھی میں اسامہ کا لشکر ضرور بھیجوں گا جیسا کہ آپ ﷺ نے حکم دیا تھا۔ اگر ان آبادیوں میں میرے سوا کوئی شخص بھی باقی نہ رہے تو بھی یہ لشکر ضرور روانہ کروں گا۔

چنانچہ لشکر کو بھیجا گیا جو نہایت قلیل مدت میں کامیاب و کامران ہو کر واپس لوٹا۔ مذکورہ بالا شواہد اس امر پر دال ہیں کہ غیر منصوص اور پیش آمدہ مسائل میں ابو بکر رضی اللہ عنہ باہمی مشاورت کے بعد کوئی فیصلہ کیا کرتے تھے۔

عمر رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مشاورتی اجتہاد میں طرزِ عمل خلیفہ اول ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا ہی تھا۔ ابن تیمیہ عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

فان عمر ابن الخطاب کان کثیرالمشاورۃفیمالم یتبین فیه امراللہ ورسوله۔[24]

جن معاملات میں اللہ اور رسول ﷺ کا حکم واضح نہیں ہوتا تھا ان میں عمر رضی اللہ عنہ بہت مشورہ کرتے تھے۔

ابن سعد نے سعید بن المسیب سے روایت نقل کی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کسی ایسے پیچیدہ مسئلے سے پناہ مانگتے تھے جس میں علی رضی اللہ عنہ انہیں مشورہ دینے کے لئے شریک نہ ہو سکتے ہوں۔[25] امام شعبی کے کلام کا حاصل ہے کہ جس شخص کو مسائل میں قول محکم کی خواہش ہو اسے عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کو اختیار کرنا چاہئے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کے مشورہ سے فیصلہ فرماتے تھے۔[26] اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح کو عہدہ قضاء پر جب مقرر فرمایا تو ان کو یوں ہدایت فرمائی:

اقض بمااستبان لک من قضارسول اللہ فان لم تعلم کل اقضیۃرسول اللہ فاقض بما استبان لک من ائمۃالمجتھدین فان لم تعلم فاجتھدرأیک واستشرأھل العلم والصلاح۔[27]

آپ کو چاہیے کہ آپ اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے واضح کیا ہے اور اگر کوئی ایسا معاملہ ہو جس کا حکم واضح نہیں تو پھر اہل علم سے اس کے متعلق مشورہ کر کے فیصلہ جاری کریں۔

دورِ فاروقی میں اجتماعی مشاورت یا اجتہاد کی مثال ایک یہ بھی ہے کہ عراق میں دجلہ اور فرات کے درمیان کی زرخیز زمین جب فتح ہوئی تو اس کے انتظام کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہ نے اہل الرائے سے مشورہ کیا۔ بعض نے مشورہ دیا کہ اسے مجاہدین میں تقسیم کر دیا جائے لیکن آپ اسے مصلحت کے خلاف سمجھتے تھے آپ کا خیال تھا کہ اگر یہ زمینیں مجاہدین میں تقسیم ہو کر ان کے خاندانوں کی جاگیریں بن گئیں تو اسلامی ریاست کے دفاع کے لئے فوج کہاں سے آئے گی اور دفاعی اخراجات کیسے پورے کیے جائیں گے۔ علی رضی اللہ عنہ سمیت بعض اہل علم کا خیال تھا کہ زمینیں مفتوحہ قوم کے کاشتکاروں کے پاس رہنے دی جائیں اور ان سے سرکاری محصول وصول کیا جائے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے مسئلہ حل کرنے کے لئے شوریٰ کا عام اجلاس منعقد کیا۔ تین دن تک بحث ہوتی رہی آخر کار مؤخر الذکر نقطہ نظر کے حامل افراد کے حق میں فیصلہ ہوا۔[28] اس کے علاوہ بھی دورِ فاروقی میں اجتماعی اجتہاد پر دال بہت سی مثالیں ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ مسائل کے حل کا یہ طریق شروع سے بروئے کار لایا جاتا رہا ہے۔

عثمان رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل

امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شخصیت اوصاف و کمالات کا مجموعہ تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ تدبر و تفکر اور مشاورتی اجتہاد سے علمی

مسائل میں قرآن وسنت سے رائے قائم کرنے کا ملکہ رکھتے تھے۔ آپ کے مسندِ خلافت پر جلوہ فرما ہوتے ہی مسجدِ نبوی ﷺ میں جمعہ وعیدین کی ادائیگی میں جگہ کی تنگی کی بناء پر اہل مدینہ نے اس کی توسیع کا مطالبہ کیا۔ آپ نے اکابر صحابہ کرام سے باہم مشاورت کے بعد مسجد نبوی کی توسیع کا حکم فرمایا۔[29] اجتماعی مشاورت کے حوالے سے ایک اور مثال امام ابن کثیر کے اس اقتباس سے بھی معلوم ہوتی ہے جس کا حاصل ہے کہ آپ کے دور میں بھی تمام اہم فیصلے مشاورت سے ہوتے تھے۔ امت مسلمہ کو قرآن حکیم کی ایک قرات اور رسم الخط پر جمع کرنے کا فیصلہ دور عثمانی میں بذریعہ اجتماعی ومشاورتی اجتہاد سے ہی کیا گیا۔[30]

علی رضی اللہ عنہ کا طرز عمل

علی رضی اللہ عنہ بھی اجتماعی مشاورت سے ہی فیصلے فرماتے تھے اور انفرادی آراء پر اجتماعی آراء کو ترجیح دیتے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں صحابہ کی باہمی مشاورت سے طے ہوا تھا کہ ام ولد کی بیع ممنوع قرار دی جائے۔ طے کرنے والوں میں علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے لیکن بعد میں آپ کی رائے تبدیل ہوگئی۔ انہوں نے اپنے دور خلافت میں یہ ارادہ کیا کہ اس بیع کی اجازت دی جائے۔ اس پر عبیدہ سلمانی نے کہا کہ آپ کی وہ رائے جو اجتماعی فیصلے کی صورت میں تھی آپ کی انفرادی رائے سے بہتر ہے۔[31] علی رضی اللہ عنہ نے اپنا فیصلہ ترک کر دیا اور فرمایا جو پہلے فیصلہ کرتے آئے ہو وہی کرتے رہو۔[32]

ڈاکٹر طہٰ جابر فیاض العلوانی نقل کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو بلایا جس کے شوہر کی عدم موجودگی کی صورت میں اس کے گھر لوگوں کا آنا جانا تھا۔ قاصد نے آپ کا پیغام دیا تو وہ عورت گھبراہٹ میں گھر سے عمر رضی اللہ عنہ کی طرف نکل پڑی۔ راستے میں اسے دردِ زہ شروع ہوگیا۔ وہ ایک گھر میں داخل ہوگئی اس نے بچے کو جنم دیا لیکن بچہ رو رو کر مر گیا۔ عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اصحاب سے مشورہ کیا۔ جمہور نے آپ رضی اللہ عنہ کو موردالزام نہیں ٹھہرایا کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کا مطمحِ نظر ادب سکھانا اور نظام درست رکھنا تھا لیکن علی رضی اللہ عنہ خاموش تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے مشورہ طلب کیا تو انہوں نے دیگر اصحاب سے اختلاف کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے نزدیک اس بچے کا خون بہا آپ کے اوپر ہے کیونکہ اس عورت نے آپ کے خوف سے بچہ جنا۔ یہ سن کر عمر نے حکم دیا کہ بچے کا خون بہا اس کی قوم میں تقسیم کر دیا جائے۔[33]

عہدِ تابعین ومابعد میں مشاورتی اجتہاد

صحابہ کرام کے بعد تابعین اور تبع تابعین نے بھی شورائی ومشاورتی اجتہاد کے عمل کو آگے بڑھایا۔ ابن حجر رقمطراز ہیں:

> كان فقهاءاهل المدينةسبعةوكانوااذاجآءتهم المسئلةدخلوافيهاجميعاًفنظروافيهاولايقضى القاضى حتى يرفع اليهم فينظرون فيهافيصدرون۔[34]

مدینہ کے فقہائے سبعہ[35] کی مجلس اجتماعی طور پر نئے مسائل میں بحث وتحقیق کرتی اور ان کا شرعی حکم بیان کرتی۔ خود قاضی بھی مدینہ منورہ میں اس مجلس سے مشورہ کرتے اور اس کے فتوؤں کی پابندی کرتے۔

محمد طفیل ہاشمی فقہائے سبعہ کی اس کمیٹی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اس نے جلد ہی بڑا امتیاز حاصل کر لیا اور ایک طرح سے قانون سازی اپنے ہاتھ میں لے لی تھی۔[36] عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جب مدینہ کے والی مقرر ہوئے تو انہوں نے مدینہ کے دس ممتاز فقہاء کو جمع کیا اور فرمایا:

> انمادعوتكم لامرتؤجرون عليه وتكونون فيه اعواناعلى الحق ماأريدان اقطع امراالابرايكم اوبراى من حضرمنكم۔[37]

آپ کی دعوت صرف اس معاملے کے لیے ہے جس کا آپ کو اجر ملے گا اور آپ حق کے حامی ہوں گے۔ میں کسی معاملے میں آپ کی رائے یا آپ میں سے کسی ایک کی رائے کے علاوہ فیصلہ نہیں کرنا چاہتا۔

امام ابو حنیفہ کے متعلق تقریباً تمام سوانح نگاروں کی رائے ہے کہ آپ نے اپنے مذہب کی بنیاد شوریٰ پر رکھی اور مجلس شوریٰ کے اراکین کی رائے پر کبھی اپنی رائے کو فوقیت نہیں دی۔ ڈاکٹر حمید اللہ کے مطابق امام ابو حنیفہ نے حرمین کے تعلیمی اسفار کے دوران اس مجلس سبعہ کے ارکان سے خوب فیض حاصل کیا اور غالباً اس مجلس کی کارکردگی اور طریق کار سے متاثر ہو کر آپ نے کوفہ میں مجلس تدوین فقہ کی بنیاد رکھی۔ امام ابو حنیفہ نے اپنے فقہی مذہب کے ماخذ میں فقہ عمر کا بطور خاص ذکر کیا۔ ممکن ہے یہ بات کہ فقہ کی بنیاد شوریٰ پر رکھی جائے امام ابو حنیفہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے اخذ کی ہو۔ تاہم فقہ حنفی کی اہم خصوصیت ہے کہ یہ فرد واحد کا نتیجہ فکر نہیں بلکہ مشاورتی وشورائی ہے۔[38]

دورِ جدید میں مشاورتی اجتہاد

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ موجودہ دور نئے مسئلوں اور الجھے سوالوں کی ایک ایسی موج ہے جو آگے بڑھتی جارہی ہے، اوپر چڑھتی جارہی اور پھیلتی جارہی ہے۔ ایک مسئلہ مزید کئی مسائل کو جنم دیتا ہے۔ یوں مسائل کے دریا کا دامن وسیع سے وسیع تر ہوتا جارہا ہے۔ اس حوالے سے اگر معاصر اجتہاد پر نظر ڈالی جائے تو اجتہاد کے تقاضے بھی بدلے ہیں اور اس کی بزم آرائی بھی تیز ہوئی ہے۔ اجتہاد کی انفرادی کوششیں اپنی جگہ بدستور جاری ہیں لیکن مشاورتی واجتماعی اجتہاد کے بہت ہی باوقار اور مستند ادارے ملک کے اندرون وبیرون ملک قائم ہوئے ہیں جن کی خدمات اور سرگرمیاں قابل تعریف ہیں۔ عصر حاضر کے بہت سے مسائل ایسے ہیں جن کے حل کے لئے مشاورتی وشورائی اجتہاد کے علاوہ مروجہ فقہی رہنمائی ناکافی ہے۔ ڈاکٹر طاہر منصوری کے مطابق موجودہ دور کے عالم و فقیہ کو ماضی کے مقابلے میں کہیں زیادہ مشکل اور الجھے ہوئے مسائل وامور کا سامنا ہے۔ یہ پیچیدہ مسائل زندگی کے تمام انفرادی و اجتماعی شعبوں کا احاطہ کرتے ہیں۔ ان مختلف النوع مسائل وامور کا کماحقہ ادارک اور ان کی شرعی حیثیت کا تعین کرنا فرد واحد کے لئے عملاً ناممکن ہے۔ مذکورہ صورت حال اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ آج کا اجتہاد علماء کی انفرادی کاوشوں کی بجائے اجتماعی سطح پر علماء کی مجالس کے ذریعے ہو۔ اجتہاد باقاعدہ فقہی اکیڈمیاں، منتخب ادارے اور عالم اسلام کے جید وممتاز علماء کی سرپرستی میں ہونا چاہیے۔ علماء کے ساتھ عصری علوم اور تخصصات کے ماہرین بھی مشاورتی عمل میں شریک ہوں تاکہ زیرِ بحث مسئلہ کو فنی نقطہ نظر سے سمجھنے میں علماء کی مدد کریں۔ امتِ مسلمہ کے مسائل پر شرعی نقطہ نظر سے غور وفکر اور پیش آمدہ مسائل کا شرعی حل دریافت کرکے ایک منظم اجتماعی ومشاورتی اجتہاد فقہ اسلامی کی معاصر ضرورتوں کو پورا کرسکتا ہے۔[39]

مصطفیٰ احمد زرقاء کی رائے میں معاصر جدید مسائل میں مشاورتی واجتماعی طرز اجتہاد کو اختیار کرنا چاہیئے۔ اس میں عالم اسلام کے ممتاز علماء وفقہاء مسائل پر غور وغوض کرکے بہتر راہ نکال سکیں۔[40] یوسف القرضاوی کے مطابق جدید اور غیر معمولی اہمیت والے مسائل میں صرف انفرادی اجتہاد پر اکتفا کی بجائے اجتماعی ومشاورتی اجتہاد کو اپنانا چاہیے۔[41]

مشاورتی اجتہاد کا دائرہ کار

اجتہاد کی ضرورت ہر دور میں رہتی ہے۔ زمانے کی تبدیلی سے نئے مسائل کا پیدا ہونا یقینی ہے لہذا ان کے حل کی کوشش ناگزیر ہے البتہ ہر دور کی تبدیلی کے باعث مسائل کے حل کی صورت میں بھی تنوع کا ہونا یقینی امر ہے۔ تقی امینی نکات کی صورت میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

1. اجتہاد ان احکام ومسائل میں ہو جن میں فقہا پہلے غور کر چکے ہیں۔
2. اجتہاد ان احکام ومسائل میں ہو جو پہلے موجود نہ ہوں بلکہ حالات وتقاضے کے مطابق اب ان کی ضرورت پیش آرہی ہو۔
3. اجتہاد سابق فقہاء کی رائے کے موافق ہو۔
4. بنیاد میں اتفاق کے باوجود مختلف وجوہات کی بناپر رائے مختلف ہوگئی ہو۔
5. اجتہاد مشاورتی طرز کا ہو آپس میں ایک دوسرے کی اعانت ومدد سے کسی نتیجے پر پہنچا گیا ہو۔
6. اجتہاد انفرادی ہو اور اس میں قلبی طمانیت حاصل ہوئی ہو۔
7. اجتہاد موقع محل کی تعین کے لئے ہو۔
8. اجتہاد مختلف اقوال میں حالات کے لحاظ سے ترجیحی صورت پیدا کرنے کے لئے ہو۔
9. حکم شرعی کا اصل مقصد فوت ہو رہا ہو اس کو واپس لانے کی غرض سے حکم کا نیا قالب تیار کرنے کے لئے اجتہاد ہو۔
10. حالات کی تبدیلی کی بناپر اصل حکم میں مشقت ودشواری پیش آرہی ہو یا مضرت کا یقین ہو تو سہولت پیدا کرنے کے لئے یا دفع مضرت کے لئے اجتہاد ہو۔[42]

گویا اجتہاد کی وسعت میں تمام وہ ناگزیر صورتیں اور ضرورتیں داخل ہیں جن میں احکام کے ذریعے الٰہی حکمت (جلب منفعت یا دفعِ مضرت) مقصود ہو اور مختلف احوال واسباب کی بناپر اس میں رکاوٹ پیش آرہی ہو۔ علامہ محمد اقبال تحریک ترک موالات کے سلسلے میں علماء کو اکٹھا کرنے اور اس مسئلہ پر مشاورتی اجتہاد کی ترغیب دلاتے ہیں۔ آپ کے نزدیک اور شریعت کی رو سے بھی یہی راہ اولیٰ ہے کہ علماء کرام ایک جگہ جمع ہوں اور ہر طرح کے اعتراضات اور بحث ومباحثے کے بعد مسلمانوں کے لئے ترک موالات کا پروگرام مرتب کریں۔ اس جمعیت میں تمام فرقوں کے اہل علم وتقویٰ علماء ومشائخ طلب کیے جائیں۔ (یعنی ہر ایک سے اس سلسلے میں مشورہ لیا جائے پھر اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے)۔[43] ڈاکٹر حمید اللہ رقمطراز ہیں:

> جس چیز کے متعلق قرآن وحدیث میں صراحت نہیں اور ایسا مسئلہ پیدا ہو جس کی ہمیں ضرورت ہے تو اس کے لیے ہم اجتہاد کے ذریعے اسلامی نقطہ نظر معلوم کرنے کی کوشش انفرادی طور پر بھی کریں اور باہمی مشاورت سے بھی یعنی اجتماعی طور پر ہی سب لوگ متفق ہوتے ہیں تو فبہا ورنہ ہماری حکومت کو جو رائے اپنے ارکان پارلیمینٹ کی مشاورت کے بعد اکثریتی معلوم ہوگی اس پر عمل کرایا جائے گا۔[44]

مشاورتی اجتہاد کی ایک صورت

موجودہ دور میں بڑھتی ہوئی ٹیکنالوجی، مختلف قسم کے علمی میدان اور معاشرے میں نت نئے مسائل کے حل میں مشاورتی اجتہاد کی ضرورت سے انکار کسی صورت ممکن نہیں۔ گھر سے لے کر ملکی اور بین الاقوامی سطح تک اس کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔ موجودہ دور میں مشاورتی اجتہاد کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں جن میں ملکی سطح پر یہ بھی ہے کہ سربراہ مملکت موجودہ پارلیمینٹ کی جگہ شوریٰ کے بعض ارکان کا انتخاب اسی صورت کرے جیسے وہ سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے ججوں کے مشورے سے کرتا ہے۔ ایسے انتخابات میں جید اور ممتاز علمائے حق کے مشورہ اور رائے سے بھی استفادہ کرنا چاہیے۔ علاوہ ازیں انتظامی امور میں مشورہ کے لئے مجلس شوریٰ میں مختلف فنون کے ماہرین کی شمولیت بھی ضروری ہے تاکہ ان کے علم اور تجربہ سے بھی فائدہ اٹھایا جاسکے۔ سربراہ مملکت ملکی ضرورت کے پیش نظر مشیروں کی تعداد کا تعین کرتا ہے۔ صوبائی سطح پر گورنر اپنی الگ مجلس شوریٰ کا انتخاب کرسکتے ہیں۔ سربراہ

مملکت مناسب سمجھے تو خواتین کا ایک الگ نمائندہ ادارہ بھی قائم کر سکتا ہے جو خواتین سے متعلقہ قوانین میں مشورہ دے۔ اس طرح شوریٰ خواتین کے مسائل سے صرف نظر نہیں کر سکے گی۔ یہ مجلس شوریٰ درج ذیل طرق سے کام کر سکتی ہے:

1. قرآن وحدیث میں نص کی موجودگی کی صورت میں شوریٰ کوئی ردوبدل نہیں کر سکتی صرف احکام کو نافذ کرنے کا لائحہ عمل ترتیب دے سکتی ہے۔
2. جن احکام ومسائل کی کئی تعبیرات ہوں تو قرآن وسنت کے قریب ترین تعبیر کو قانونی شکل دینی چاہیے۔
3. جن فقہی معاملات سے متعلق قرآن وسنت میں واضح احکام نہ ہوں تو اسلام کی تعلیمات کے مطابق نئے قوانین وضع کرنا یا وضع شدہ قوانین میں سے کسی ایک کو اختیار کر کے اسے قانونی شکل دی جائے۔
4. جن معاملات میں قطعاً کوئی رہنمائی نہ ملتی ہو ان سے متعلق مشاورتی اجتہاد کر کے کسی شرعی حکم یا اصول سے غیر متصادم قوانین بنائے جائیں۔
5. اگر مشاورتی اجتہاد سے شوریٰ مناسب سمجھے تو ملکی قوانین کو کتاب وسنت کی روشنی میں از سر نو مرتب کر سکتی ہے۔

مذکورہ چند مندرجات اس بات کے متقاضی ہیں کہ اہل شوریٰ کا صاحب علم وبصیرت اور متقی ہونا اشد ضروری ہے ورنہ ان کے غلط فیصلے شریعت کو مسخ کر سکتے ہیں۔

خلاصہ بحث

ملتِ اسلامیہ کے اہلِ علم و دانش کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ امت کے اجتماعی امور میں پوری دیانت داری اور اخلاص کے ساتھ غور وفکر کرتے رہا کریں۔ باہم مشورہ کریں اور اپنے غور وفکر اور مشوروں کے نتائج سے عام لوگوں کو بھی آگاہ کرتے رہا کریں۔ اس کے علاوہ مذکورہ بحث سے یہ اصول بھی نمایاں ہوتا ہے کہ اجتماعی امور میں مشاورتی اجتہاد کو بنیاد بنا چاہیے۔ خود اجتہاد بہت سی لغزشوں اور خامیوں سے محفوظ کرتا ہے پھر مشاورتی اجتہاد لغزشوں کے امکانات کو مزید کم کر دیتا ہے۔ شورائی فیصلوں کے ذریعے مسلم امت کی وحدت مستحکم ہوتی ہے افرادِ ملت میں باہمی محبت اور باہمی تعاون کا جذبہ بڑھتا اور مضبوط ہوتا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1 البیہقی، احمد بن الحسین، السنن الکبریٰ، (بیروت: داراحیاء التراث، 2003ء)، کتاب النکاح، باب ماامراللہ تعالی بہ من المشورۃ، رقم الحدیث: 73۔

2 المرسی، ابوالحسن علی بن اسماعیل، المحکم والمحیط الاعظم، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ 1421ھ)، 4/135۔

3 النسائی، احمد بن شعیب، السنن، (ریاض: دارالحضارۃ للنشر والتوزیع، 2016ء)، کتاب مناسک الحج، باب رکوب البدنۃلمن جھدہ المشی، رقم الحدیث: 2801۔

4 الغزالی، ابوحامد محمد بن محمد، المستصفی من علم الاصول، (کراچی: ادارۃ القرآن، 1407ھ)، 2/101۔

5 جصاص الرازی، احمد بن علی، الفصول فی الاصول، (کویت: وزارتِ اوقاف، 1414ھ)، 4/11۔

6 جماعۃ، المعجم الوسیط، (بیروت: دارالفکر، 1972ء)، 1/142۔

7 الشاطبی، ابراہیم بن موسیٰ بن محمد، الموافقات، (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، 2019ء)، 4/89۔

8 شاہ ولی اللہ، قطب الدین احمد، **عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید**، (ملتان: مکتبۃ الاشرفیہ، سن ندارد)، ص3۔

9 عبد الرحمن مدنی، حافظ، **پارلیمنٹ اور تعبیر شریعت**، (لاہور: احد پرنٹنگ پریس، 2005ء)، ص18۔

10 ابن قیم الجوزیۃ، عبد اللہ بن ابی بکر، **اعلام المعوقین عن رب العالمین**، (پشاور: وحیدی کتب خانہ، سن ندارد)، 1/61۔

11 السوسوۃ، عبد المجید، **الاجتہاد الاجماعی فی التشریع الاسلامی**، (قطر: وزارت الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ، 1998ء)، ص42۔

12 سورۃ الشوریٰ 42:38۔

13 سورۃ آل عمران 3:159۔

14 الآمدی، سیف الدین، **الاحکام فی اصول الاحکام**، (بیروت: مکتبۃ العصریہ، 2010ء)، 2/669۔

15 الترمذی، محمد بن عیسیٰ، **السنن**، (ریاض: دار الحضارۃ للنشر والتوزیع، 2015ء)، کتاب الجہاد، باب ماجاء فی المشورۃ، رقم الحدیث: 1741۔

16 مسلم، ابو الحسین ابن الحجاج القشیری، **الصحیح**، (ریاض: دار السلام، 2013ء)، کتاب الجہاد والسیر، باب الامداد بالملائکۃ فی غزوۃ بدر واباحۃ الغنائم، رقم الحدیث: 4588۔

17 سورۃ الانفال 8:67۔

18 النسفی، عبد اللہ بن احمد، **مدارک التنزیل**، (کراچی: قدیمی کتب خانہ، سن ندارد)، 1/600۔

19 الترمذی، **السنن**، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی بدء الاذان، رقم الحدیث: 190۔

20 الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، **تاریخ الامم والملوک**، (قاہرۃ: مطبعۃ الاستقامۃ، 1929ء)، 3/202–226۔

21 البیہقی، **السنن الکبریٰ**، 10/114

22 ابن قیم الجوزیۃ، **اعلام المعوقین عن رب العالمین**، 1/17۔

23 الطبری، **تاریخ الامم والملوک**، 3/225۔

24 ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، **منہاج السنۃ والنبویۃ**، (ریاض: مکتبۃ دار لکتاب والسنۃ، 1996ء)، 3/162۔

25 ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی، **فتح الباری شرح صحیح البخاری**، (ریاض: دار طیبۃ للنشر والتوزیع، 2005ء)، 13/263۔

26 البیہقی، **السنن الکبریٰ**، 10/109۔

27 ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، **الفتاویٰ الکبریٰ**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1987ء)، 9/200۔

28 شاہ ولی اللہ، قطب الدین احمد، **فقہ عمر**، (لاہور: ادارۃ ثقافت اسلامیۃ، 1987ء)، ص288–290۔

29 الطبری، **تاریخ الامم والملوک**، 3/606۔

30 ابن کثیر، عماد الدین اسماعیل بن کثیر، **البدایۃ والنہایۃ**، (قاہرۃ: مرکز البحوث والدراسات، سن ندارد)، 7/35۔

31 ابن حجر العسقلانی، **فتح الباری**، 9/92۔

32 البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، (ریاض: دار السلام، 2011ء)، کتاب فضائل الصحابۃ، باب مناقب علی بن ابی طالب، رقم الحدیث: 3707۔

33 طٰہٰ جابر فیاض العلوانی، ڈاکٹر، **اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب**، مترجم، (مظفر گڑھ: الفرقان ٹرسٹ، سن ندارد)، ص61۔

34 محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، **امام ابو حنیفہ کی تدوین قانون اسلامی**، (کراچی: دار الاشاعت، 1965ء)، ص35۔

35 فقہائے سبعۃ میں خارجہ بن زید بن ثابت، قاسم بن محمد بن ابی بکر، عروہ بن زبیر، سلیمان بن یسار، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ مسعود، سعید بن المسیب اور سالم بن عبد اللہ بن عمر شامل تھے۔

36 محمد طفیل ہاشمی، ڈاکٹر، **امام ابو حنیفہ کی مجلس تدوین فقہ**، (راولپنڈی: علمی مرکز، 1998ء)، ص129۔

37 الطبری، **تاریخ الامم والملوک**، 6/427۔

38 محمد طفیل ہاشمی، **امام ابو حنیفہ کی مجلس تدوین فقہ**، ص129۔

39 طاہر منصوری، ڈاکٹر، **فقہ کی تشکیل میں اجتماعی اجتہاد کا کردار**، (لاہور: شیخ زید اسلامک سینٹر، 2004ء)، ص70۔

40 ایضاً۔

41 ایضاً۔

42 تقی امینی، علامہ، **اجتہاد**، (کراچی: قدیمی کتب خانہ، سن ندارد)، ص242۔

43 برنی، سید مظفر حسین، **کلیات مکاتیب اقبال**، (نئی دہلی: اردو اکادمی، 1998ء)، ص4۔

44 حمید اللہ، ڈاکٹر، **خطبات بہاولپور**، (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامیہ، 1997ء)، ص137۔